فورٹ ولیم کالج

فورٹ ولیم کالج سے وابستہ مصنّفین میں حیدر بخش حیدری کا نام نمایاں ہے۔ حیدری ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو مالی طور پر مستحکم نہیں تھا۔ان کے والد سید ابوالحسن تلاش معاش میں دہلی سے بنارس منتقل ہوئے جہاں نواب علی ابراہیم خاں نے کفالت اور حیدری کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہوا۔حیدر بخش حیدری ایک باذوق اور علم وادب سے لگاؤ رکھنے والے شخص تھے۔ انہوں نے ایک کہانی 'قصہ مہر و ماہ' لکھی اور یہی کہانی لے کر وہ کلکتہ پہنچے جہاں ان کی ملاقات فورٹ ولیم کالج کے اردو شعبے کے صدر جان گلکرسٹ سے ہوئی۔ جان گلکرسٹ کو یہ کتاب پیش کی۔ یہ ایک ایسی تصنیف تھی جسے پسند کیا گیا۔جان گلکرسٹ نے حیدر بخش حیدری کی صلاحیت ولیاقت کو محسوس کرتے ہوئے انہیں کالج میں منشی کی جگہ دے دی۔ حیدر بخش حیدری کالج سے وابستہ ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہو گئے۔ وہ شاعر بھی تھے اور نثر سے بھی ان کی دلچسپی تھی۔ کالج میں نثری کام ہو رہا تھا۔ حیدری نے یہ ذمہ داری بخوبی نبھائی اور کالج کے منشی کے طور پر انہوں نے تقریباً ۸ کتابوں کے ترجمے و تالیف کا کام انجام دیا۔انہوں نے امیر خسرو کی مثنوی لیلیٰ مجنوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔توتا کہانی کے نام سے سنسکرت کی ایک قدیم کتاب جس کا ترجمہ مولانا ضیاءالدین بخشی نے فارسی میں کیا اس کا اردو میں خلاصہ پیش کیا۔ حالانکہ اس کتاب کا فارسی خلاصہ سید محمد قادری نے بھی کیا تھا۔لیکن یہ کتاب اردو میں موجود نہ تھی۔ حیدری جب اردو میں اسے منتقل کیا تو یہ کتاب مقبول ہوئی اور آج تک کی مقبولیت برقرار ہے۔ اس کے علاوہ حاتم طائی کے فارسی قصہ 'آرائش محفل' کا بھی اردو خلاصہ لکھا۔منشی مرزا مہدی کی کتاب 'نادر نامہ' کا بھی اردو ترجمہ 'تاریخ نادری' کے نام سے کیا۔ نظامی گنجوی کی معروف فارسی مثنوی ہفت پیکر کے طرز پر ایک مثنوی کا ذکر بھی ملتا لیکن یہ دونوں کتابیں شائع نہ ہوسکیں۔لیکن تذکرۂ گلشن ہند اور پھر گل مغفرت کے نام سے 'گلشن شہیداں' کا اردو ترجمہ مقبولیت کا درجہ رکھتا ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حیدر بخش حیدری نے فورٹ ولیم کالج سے وابستہ ہو کر اہم خدمات انجام دیں۔ان کی نثر بھی سلیس اور دلکش ہے لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ میرامن دہلوی کی نثر جو 'باغ و بہار' میں دیکھنے کو ملتی ہے اس کی ہمسری حیدری کی نثر نہیں کرسکتی۔

اسی طرح شیر علی افسوس نے بطور منشی فورٹ ولیم کالج میں ترجمے و تالیف کا فریضہ انجام دیا۔شیر علی افسوس اپنی عمر کے آخری پڑاؤ میں تھے جب کالج میں انہیں میر منشی کی ملازمت ملی۔ ان کی دو کتابیں 'آرائش محفل' اور 'باغ' اردو' ان کی صلاحیت کا ثبوت ہیں۔ یہ آرائش محفل حیدر بخش حیدری کی 'آرائش محفل' سے الگ کتاب ہے۔ یہ ان کی طبع زاد کتاب ہے۔

یہ منشی سبحان رائے بھنڈاری کی کتاب 'خلاصۃ التواریخ' کا ترجمہ بتایا جاتا ہے۔حالانکہ اس میں اختلاف رائے ہے۔بعض محققین اس سے انکار کرتے ہیں۔یہ کتاب ملک کی مختلف ریاستوں کے احوال پر مبنی ہے لیکن ادبیت سے خالی نہیں۔زبان وبیان میں سلاست وروانی ہے لیکن اس میں عربی وفارسی کے الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔البتہ' باغ اردو' شیخ سعدیؒ کی مشہور تصنیف 'گلستان' کا منظوم ترجمہ ہے۔شیر علی افسوس شاعر بھی تھے اوران کا دیوان بھی موجود ہے لیکن ان کی پہچان ایک نثر نگار کے طور پر قائم ہوئی۔

کاظم علی جواں دلی کے رہنے والے تھے۔لیکن میں لکھنؤ میں سکونت اختیار کرلی۔۱۸۰۱ء میں وہ کلکتہ آ گئے۔ اولاً انہوں نے ابراہیم خاں خلیل کو اپنے کلام کا نمونہ بھیجا اور کرنل اسکاٹ کی وساطت سے انہیں فورٹ ولیم کالج میں ملازمت ملی۔انہیں پہلے پہل کالی داس کی کتاب 'ابھی گیان شکنتلم' کا برج بھاشا سے اردو میں ترجمہ کرنے کا کام ملا۔'شکنتلا ناٹک' ان کا قابل قدر نثری کارنامہ ہے۔ان کی دوسری کتاب 'سنگھاسن بتیسی' ہے،تاریخ فرشتہ کا نامکمل ترجمہ کیا اور قرآن کے ترجمہ کا بھی ذکر ملتا ہے لیکن وہ اس فن میں کامیاب نہ ہو سکے۔جواںؔ شاعر بھی تھے اور بارہ ماسہ یا دستور ہند کے نام سے ان کی تصنیف ملتی ہے جس میں انہوں نے ہندوستان کی فصلوں اور تہواروں کا ذکر کیا ہے۔

نہال چند لاہوری یوں تو دہلی میں پیدا ہوئے لیکن ان کا زیادہ تعلق لاہور سے رہا۔اسی مناسبت سے لاہوری کہلائے۔۱۸۰۲ میں وہ کلکتہ آئے اور فورٹ ولیم کالج سے وابستہ ہو گئے۔انہون نے جان گلکرسٹ کی فرمائش پر' قصہ تاج الملوک اور گل بکاؤلی کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا۔گل بکاؤلی عزت اللہ بنگالی کی فارسی تصنیف ہے۔نہال چند لاہوری نے اس ترجمہ شدہ کتاب کا نام 'مذہب عشق' رکھا۔یہ کتاب پسند کی گئی اوراسے پر انہیں ۱۵۰ روپے کا انعام بھی ملا۔

مظہر علی خاں ولا بھی دہلی کے باشندے تھے۔والد کے انتقال کے بعد سیف الدولہ بخشی الملک بخت قلی خاں بہادر مظفر جنگ کی صحبت اختیار کی۔ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے۔بعد ازاں مرزا جواں بخش جہاں دار شاہ کی سرکار سے منسلک ہوئے۔لیکن وہاں حالات سازگار نہ دیکھ کر لکھنؤ چلے آئے جہاں ان کی ملاقات نواب آصف الدولہ کے مشیر راجہ ٹیکیت رائے سے ہوئی اور آصف الدولہ کی سرکار میں انہیں ملازمت مل گئی۔لیکن کرنل اسکاٹ کی وساطت سے فورٹ ولیم کالج میں ملازمت ملنے پر نومبر ۱۸۰۰ء میں منشی مقرر ہوئے۔ولا نے پند نامہ سوری کا منظوم ترجمہ ۱۸۰۲ میں کیا۔اس کے علاوہ ہفت گلشن، بیتال پچیسی اور تاریخ شیر شاہی کا اردو ترجمہ کیا۔مادھونل اور کام کنڈلا اور جہانگیر شاہی کا بھی ترجمہ کیا۔مظہر علی ولا نے للولال جی کی مدد سے بیتال پچیسی کا ترجمہ برج بھاشا سے کیا تھا۔یہ کتاب اصل میں سنسکرت میں بھی تھی جس برج بھاشا میں لکھا گیا۔جبکہ پند نامہ کو'باغ اردو' کی دوسری جلد کے ساتھ شائع کیا تھا۔مظہر علی خاں ولا نے دیوان ولا کی بھی تدوین کی۔لیکن یہ کتاب ان کی حیات میں شائع نہ ہوسکی۔

فورٹ ولیم کالج سے وابستہ منشیوں میں مرزا علی لطف بھی اہمیت کے حامل ہیں۔مرزا لطف کے والد کاظم علی خاں نادر

شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے اور ابوالمنصور خاں صفدر کی توسط سے شاہی دربار میں جگہ مل گئی۔ مرزا علی لطف کا قصد دکن جانے کا تھا لیکن جان گلکرسٹ نے انہیں 'تذکرہ گلشن ہند' لکھنے کا کام سونپا اور وہ فورٹ ولیم کالج سے وابستہ ہو گئے۔ یہ گلشن ہند وہی کتاب ہے جس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں تھا لیکن جب حیدر آباد کی موسیٰ ندی میں طوفان آیا اور تباہی مچی تو گلشن ہند کی ایک جلد اسی سیلاب سے ساتھ بہہ کر آئی جسے کسی نے اپنی دسترس میں لے لی اور بعد ازاں بابائے اردو مولوی عبدالحق کو یہ کتاب ہاتھ لگی تو انہوں نے اہتمام کے ساتھ اسے ترتیب دی۔ مرزا علی لطف ایک نثر کے ساتھ نظم میں طبع آزمائی کرنے کے اہل تھے انہوں نے غزل کے علاوہ دوسری اصناف میں بھی اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا ہے۔ لیکن ان کی نثری خدمات زیادہ اہم ہیں۔ شاعری میں انہیں وہ مرتبہ و امتیاز نہ مل سکا جو نثر میں ملا۔

فورٹ ولیم کالج میں تصنیف و تالیف کا کام کرنے والوں میں مرزا جان طپش کا بھی شمار ہوتا ہے۔ ان کا نام مرزا محمد اسمٰعیل تھا۔ وہ دہلی کے رہنے والے تھے اور علما کی صحبت انہیں نصیب ہوئی۔ بچپن سے ہی وہ علما سے فیض پاتے رہے۔ انہوں نے عربی کے ساتھ سنسکرت زبان بھی سیکھی۔ فن بلاغت سے واقف اور شاعری سے لگاؤ تھا۔ انہوں نے جاندار شاہ کے دربار میں ملازمت کی اور بعد ازاں فوجی ملازمت میں منتقل ہو گئے۔ لیکن جاندار شاہ کے انتقال کے بعد دہلی سے ڈھاکہ روانہ ہو گئے۔ نواب سید احمد علی خاں کی مصاحبت اختیار کی پھر کلکتہ آ گئے اور فورٹ ولیم کالج سے وابستہ ہو گئے۔ انہیں اولاً کتابوں پر نظر ثانی کا کام ملا لیکن بعد میں انہوں نے ایک فارسی قصہ کو 'بہار دانش' کے نام سے نظم کیا جسے کالج کے ذریعہ شائع کیا گیا۔ ان کی ایک اور تصنیف 'شمس البیان فی مصطلحات ہندوستان' ہے۔ یہ کتاب ۱۸۴۹ میں شائع ہوئی۔

بہار سے تعلق رکھنے والے سید حمید الدین جان گلکرسٹ کے عہد میں فورٹ ولیم کالج سے وابستہ ہوئے۔ بہار سے تعلق ہونے کے سبب انہیں حمید الدین بہاری کہا جاتا ہے۔ انہوں نے ایک کتاب 'خوان الوان' کے نام سے لکھی۔ یہ کتاب ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہی کتاب ان کی شہرت کا باعث بنی۔ جیسا کہ عنون سے ظاہر ہے اس میں کھانا پکانے کے مختلف طریقے اور ترکیبیں بتائی گئی ہیں۔ اس میں چوبیس ابواب ہیں اور ہر باب ایک خوان تسلیم کیا گیا ہے۔ اس میں مصطلحات بھی ہیں اور فرہنگ بھی شامل ہے۔ اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

(جاری)

ڈاکٹر توقیر عالم

اسسٹنٹ پروفیسر، مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی، پٹنہ